

قسط : ۱

دَلالی اور آڑھت کے احکام

﴿ حضرت مولانا ڈاکٹر مفتی عبدالواحد صاحب ﴾

بِسْمِ اللّٰهِ نَحْمَدُهُ وَنُصَلِّيْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ اَمَّا بَعْدُ !

دلال کا لفظ دو معنی میں بولا جاتا ہے :

(۱) ایک وہ دلال جو اجرت پر لیکن آجیر بنے بغیر بائع اور مشتری کی ایک دوسرے کی طرف رہنمائی کرتا ہے اور خود سودا نہیں کرتا، اس کو انگریزی میں بروکر (Broker) کہتے ہیں۔

السَّمْسَارُ هُوَ الْمُتَوَسِّطُ بَيْنَ الْبَائِعِ وَالْمُشْتَرِيِّ بِأَجْرٍ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَسْتَأْجِرَ
(ص ۶۲۵ ج ۴ رد المحتار)

(۲) دُوسرا وہ دلال کہلاتا ہے جو بائع یا مشتری کی جانب سے اجرت پر سودا کرتا ہے، اس کو آڑھتی بھی کہتے ہیں اور انگریزی میں اس کو کمیشن ایجنٹ (Commission Agent) کہتے ہیں۔

آڑھتی سے متعلق ایک حدیث کے مطلب کی وضاحت :

عن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ ﷺ قال لا یبیع حاضر لباد . (مسلم)
”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا شہری دیہات
والے کے لیے فروخت نہ کرے۔“

حدیث کا یہی مطلب حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے بھی منقول ہے۔
عن طاوس قال قلت لابن عباس رضی اللہ عنہ ما قولہ حاضر لباد قال
لا یکن لہ سمساراً . (مسلم)

طاوس کہتے ہیں میں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ حاضر لباد کا کیا
مطلب ہے؟ انہوں نے فرمایا شہری دیہات والے کے لیے دلال اور آڑھتی نہ بنے۔

کوئی شخص کسی دوسرے سے اپنا مال بکوائے یا ایک دوسرے کو کہے کہ میں تمہارا مال فروخت کرتا ہوں اس
میں کوئی شرعی قباحت نہیں ہے پھر بھی حدیث میں جو ممانعت ہے وہ اس پر محمول ہے کہ شہر کا دلال اور آڑھتی آئے

ہوئے مال پر اپنی اجارہ داری قائم کر کے مفادِ عامہ کے خلاف اقدام کرے مثلاً زیادہ مہنگے داموں پر فروخت کرے تاکہ زیادہ کمیشن دلالی اور آڑھت وصول ہو۔

غرض اگر شہری مفادِ عامہ کو پیش نظر رکھے اور صحیح داموں میں سودا فروخت کرے تو اس کے دیہات والوں کے لیے دلال یا آڑھتی بننے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

بروکر دلال کی اجرت :

(۱) اگر دلال (Broker) بائع و مشتری کے درمیان سودا کرانے کی کوشش کرتا ہے اور مالک خود فروخت کرتا ہے تو جیسا رواج ہو اس کے مطابق دلال اپنی اجرت بائع سے یا خریدار سے یا دونوں سے وصول کر سکتا ہے۔

ان سعی بینہما و باع المالك بنفسه يعتبر العرف فتجب الدلالة علی

البائع أو المشتري او علیہما بحسب العرف (ردالمحتار ص ۴۶ ج ۴)

(۲) اگر یہی دلال مالک کی اجازت سے شے کو خود فروخت کرے تو وہ بائع کا وکیل بن جاتا ہے اور صرف بائع سے اجرت وصول کر سکتا ہے اس صورت میں رواج کا اعتبار نہ ہوگا۔

الدلال ان باع العين بنفسه باذن ربها فاجرتہ علی البائع و لیس له اخذ

شیء من المشتري لانه هو العاقد حقيقة و ظاهره انه لا يعتبر العرف هنا

لانه لا و جہ له . (ردالمحتار ص ۴۶ ج ۴)

(۳) بائع اور مشتری دونوں کو درمیان کے آدمی کا بروکر ہونا معلوم ہو :

بروکر کے طور پر کام کی اجرت کے مستحق بننے کے لیے یہ ضروری ہے کہ بائع اور مشتری دونوں ہی کو اس کا علم ہے کہ یہ شخص بروکر کے طور پر کام کرتا ہے، صرف بائع یا صرف مشتری کو علم ہونا کافی نہیں ہے مثلاً :

(i) ایک شخص کی گاڑی میں کوئی پرزہ تبدیل کرنے کی ضرورت ہے۔ گاڑی والا ملکنیک (مستری) کو

کہتا ہے کہ تم چل کر مجھے دلوادو۔ مستری مالک کو ایک دکان پر لے جاتا ہے اور پرزہ پسند کرواتا ہے۔ سودا دکاندار

اور مالک کے درمیان ہوتا ہے اب مستری یہ چاہے کہ چونکہ وہ گاہک لایا ہے لہذا دکاندار اس کو دلالی کے طور پر کچھ

حصہ دے تو اگرچہ دکاندار اس پر راضی ہو اور وہ اپنے نفع میں سے مستری کو حصہ دے اور گاہک سے اصل قیمت سے

کچھ زائد وصول نہ کرے تب بھی یہ جائز نہیں ہے کیونکہ گاہک نے اس کو بروکر سمجھ کر ہڈ زہ دلوانے کو نہیں کہا۔

(ii) ڈاکٹر مریض کو ایکس رے یا ٹیسٹ لکھ کر دیتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ فلاں لیبارٹری سے کرواؤ۔ ڈاکٹر کا

اُس لیبارٹری سے معاہدہ ہے کہ وہ مریض بھیجنے پر اتنی دلائی لے گا۔ یہ جائز نہیں کیونکہ مریض کو ڈاکٹر کا بروکر کے طور پر کام کرنا معلوم نہیں۔

وجہ یہ ہے کہ جب بیچ کے آدمی کا بروکر اور دلال ہونا معلوم نہ ہو تو آدمی اُس سے ہمدردی کی بنیاد پر تعاون

طلب کرتا ہے اور سمجھتا ہے کہ وہ اُس کی بے لوث رہنمائی کرے گا جبکہ بروکر دلال اپنے مفاد کو پیش نظر رکھتا ہے

اور اس کے کام میں بے لوث رہنمائی نہیں ہوتی، اس طرح سے رہنمائی لینے والے فریق کو دھوکہ ہوتا ہے۔

کمیشن ایجنٹ دلال کی اجرت :

دلال اجرت کا اُس وقت مستحق بنتا ہے جب وہ کام پورا کر لے مثلاً جب آڑھتی سامان فروخت کر لے

اُس وقت وہ اجرت لینے کا مستحق بنتا ہے۔

ولا يستحق المشترك الاجر حتى يعمل كالفصار ونحوه كفتال وحمال

ودلال وملاح . (ردالمحتار ص ۴۴ ج ۵)

بروکر اور کمیشن ایجنٹ کا فیصد کے حساب سے اجرت لینا جائز ہے :

قال فى التارخانية وفى الدلال والسمسار يجب اجر المثل وما تواضعوا

عليه ان فى كل عشرة دنانير كذا فذلك حرام عليهم وفى الحاوى سنل

محمد بن سلمة عن اجرة السمسار فقال ارجوانه لا باس به وان كان فى

الاصل فاسدا لكثرة التعامل . (ردالمحتار ص ۴۴ ج ۵)

کمیشن ایجنٹ دلال کی اجرت معین کرنا ضروری ہے اگرچہ فیصد کے حساب سے ہو :

(۱) زید کے پاس ایک گاڑی ہے جو وہ فروخت کرنا چاہتا ہے۔ وہ ایک شوروم والے کے پاس جاتا ہے

اور کہتا ہے کہ میری گاڑی فروخت کر دیں۔ قیمت میں سے دو لاکھ مجھے دیں اور اوپر جتنی رقم ملے وہ آپ رکھ لو۔

شوروم والے وہ گاڑی سو دو لاکھ میں فروخت کر کے دو لاکھ زید کو دیتے ہیں اور بچیس ہزار اپنے پاس رکھتے ہیں، تو یہ

جائز نہیں کیونکہ گاڑی سوادِ لاکھ میں فروخت ہوئی وہ کل رقم گاڑی کا بدل ہے اور چونکہ گاڑی زید کی تھی لہذا گاڑی کا کل بدل بھی زید کی ملکیت ہوا۔ ایسی صورت میں پوری قیمت زید کی ہے اور شوروم والوں کو اپنے کام کی مارکیٹ ریٹ کے مطابق اجرت ملے گی جس کو ”اجرتِ مثل“ کہتے ہیں لیکن چونکہ اجرت نامعلوم رکھنے سے گناہ بھی ہوتا ہے اس لیے ضروری ہے کہ پہلے ہی سے اجرت طے کر لی جائے اگرچہ وہ فیصد کے حساب سے ہو۔

(۲) زید نے ایک دکاندار سے کپڑے کے چند تھان لیے اور گھوم پھر کر ان کو فروخت کیا۔ حاصل شدہ قیمت دکاندار کی ہوگی البتہ زید کو مارکیٹ ریٹ کے حساب سے کمیشن یعنی اجرتِ مثل ملے گی۔

بازار کے کسی آدمی سے سودا بکویا تو اُس کی اجرت کے استحقاق میں دارومدار بازار والوں کے رواج پر ہوگا :

بازار میں ایک شخص کو یا دکاندار کو کہا کہ ہمارا سامان فروخت کر دو اور اجرت کا کچھ ذکر نہیں کیا۔ سامان فروخت کر کے اُس شخص نے اجرت کا سوال کیا تو بازار والوں کے رواج کو دیکھیں گے، اگر ان میں رواج ہو کہ اجرت پر کام کرتے ہیں بغیر اجرت کے نہیں کرتے تو اُس شخص کو اجرتِ مثل ملے گی ورنہ نہیں۔

استعان برجل فی السوق لیبيع متاعه فطلب منه اجرا فالعبرة لعادتهم ای
لعادة اهل السوق فان كانوا يعملون باجر يجب اجرا المثل والا فلا .

(ردالمحتار ص ۲۹ ج ۵)

کمیشن ایجنٹ پرتاوان :

کمیشن ایجنٹ کے پاس مالک کا سامان بطور امانت ہوتا ہے لہذا اس میں امانت کے احکام جاری ہوتے ہیں اور مال کے ضائع ہونے کی صورت میں دیکھا جائے گا کہ کمیشن ایجنٹ کا قصور کو کتنا ہے یا نہیں؟ اگر اُس کے پاس مال کسی قدرتی آفت سے ہلاک ہوا یا چوری ہو یا کوئی اور حادثہ پیش آیا جس میں کمیشن ایجنٹ کی کچھ کوتاہی نہ ہو تو نقصان مالک کا ہوگا، اور اگر مال کے ضائع ہونے میں کمیشن ایجنٹ کی کوتاہی کو دخل ہو تو اُس کو مال کا تاوان بھرنا پڑے گا۔ مسلم دلال جو کمیشن پر کسی کا مال گھوم پھر کر بیچتا ہو اُس نے اگر دکاندار سے لیا ہو مال کسی دوسرے دکاندار کے پاس امانت کے طور پر رکھا اور دوسرے دکاندار کے پاس وہ مال ہلاک و ضائع ہو گیا تو اُس دلال پر

لازم ہوگا کہ وہ مالک دکاندار کو مال کا تاوان ادا کرے، دوسرے دکاندار پر تاوان نہ آئے گا۔

لوطاف بہ الدلال ثم وضعه فی حانوت فہلک ضمن الدلال بالاتفاق ولا
ضمان علی صاحب الحانوت عند الامام لانہ مودع المودع (ردالمحتار
ص ۳۱۷ ج ۴)

(قولہ ضمن الدلال بالاتفاق) هذا اذا وضعه امانة عند صاحب الدکان

اگر دلال نے مال دوسرے دکان دار کے پاس اس غرض سے رکھا تا کہ وہ اس کو اس سے خرید لے پھر
دوسرے دکاندار کے پاس وہ مال ضائع ہو گیا تو اس صورت میں دلال پر تاوان نہیں آئے گا۔

اما لو وضعه عنده لیشتريه ففیہ خلاف فقیل یضمن لانہ مودع ولیس
للمودع ان یودع وقیل لا یضمن فی الصحیح لانہ امر لابدمنه للبیع
(ردالمحتار ص ۳۱۷ ج ۴)

کمیشن ایجنٹ مالک کے لیے مال کی قیمت کا ضامن نہیں بن سکتا :

چونکہ کمیشن ایجنٹ خود مالک کا ایجنٹ اور نمائندہ ہوتا ہے اگرچہ اجرت پر ہوتا ہے اس لیے وہ مالک کے
لیے فروخت شدہ مال کی قیمت کا ضامن نہیں بن سکتا کہ مالک سے یوں کہے کہ میں فلاں کو تمہارا مال فروخت کرتا
ہوں اگر اس نے قیمت ادا نہ کی تو میں قیمت کا ضامن ہوں گا۔

ضمان الدلال والسمسار الثمن لا بائع باطل لانہ وکیل بالاجر (ردالمحتار
ص ۳۱۷ ج ۴)

کمیشن اور دلالی سے متعلق چند اور مسائل :

مسئلہ : آڑھتی اور کمیشن ایجنٹ بعض اوقات بیوپاریوں کا مال آگے اُدھار فروخت کرتے ہیں لیکن خود
بیوپاریوں کو نقد ادائیگی کر دیتے ہیں اس بارے میں ضابطہ یہ ہے کہ مال فروخت ہونے اور قیمت وصول ہونے
سے پہلے بیوپاری مال کی قیمت کا مستحق نہیں بنتا اور اسی طرح آڑھتی بھی قیمت وصول ہونے سے پہلے کمیشن کا
مستحق نہیں بنتا۔ اس کی متبادل ایک صورت یہ ہے کہ آڑھتی بیوپاری سے خود مال خرید لے اور آگے اپنے نفع کے
ساتھ اس کو اُدھار فروخت کرے۔ اس کی متبادل دوسری صورت یہ ہے کہ مال وصول ہونے پر آڑھتی بیوپاری کو

قیمت کے برابر قرض دیدے۔ پھر جب آڑھتی کو قیمت وصول ہو جائے تو وہ بیوپاری سے معاملہ برابر سہرا کر لے۔

مسئلہ : دکان پر ملازم رکھا اور یہ طے ہوا کہ جو نفع ہوگا اُس کا دس فیصد ملازم کو ملے گا تو یہ صحیح ہے۔

اور اگروں طے پایا کہ کل آمدن (income) کا مثلاً دو فیصد ملازم کو ملے گا تو یہ بھی جائز ہے۔

مسئلہ : اگر ملازم کی بنیادی تنخواہ مقرر ہو پھر یہ طے پائے کہ وہ جتنی بکری (sale) کرائے گا اُس پر

اُس کو مثلاً پانچ فیصد کمیشن مزید ملے گا تو یہ بھی جائز ہے۔

مسئلہ : حکیم یا ڈاکٹر کسی دوا فروش سے یوں معاملہ طے کرے کہ جتنے نسخے ہم تمہارے پاس بھیجیں گے

اُن کا پانچ فیصد ہم کو دینا تو اگرچہ دوا فروش اس کو تسلیم بھی کر لے تب بھی یہ معاملہ درست نہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ

آدی بروکر دلائل اُس وقت بنتا ہے جب بائع اور مشتری دونوں کو علم ہو کہ درمیان کا آدی دلال ہے۔

مسئلہ : جو لوگ کسی ادارے کے عہدیدار ہوں خواہ اعزازی یا تنخواہ دار اور جو باقاعدہ تنخواہ پر ملازم ہوں

یہ جب ادارے کے لیے کوئی خریداری کریں اور اُس پر کچھ فروخت کنندہ سے کمیشن وصول کریں اگرچہ فروخت

کنندہ نے اپنے واجبی نفع میں سے دی ہو تو وہ رشوت ہے اور حرام ہے۔

مسئلہ : کمپنی اپنی مصنوعات میں مثلاً پیٹ کی کمپنی پیٹ کے ڈبے میں کاربگر کے لیے جو نقدی رکھتی

ہے وہ کمیشن نہیں رشوت ہے۔

مسئلہ : زید بکر سے کہتا ہے کہ جب تم منڈی جاؤ تو میرے لیے فلاں سامان خرید لانا۔ اس کام کے

لیے کوئی اجرت طے نہیں ہوئی بلکہ اس کے برعکس دونوں جانتے ہیں کہ یہ کام بغیر اجرت کے ہے۔ بکر منڈی سے

اپنے تعلقات کی وجہ سے تھوک کے ریٹ سے بھی کم پر خرید لیتا ہے۔ بکر نے جو زائد رعایت حاصل کی ہے اُس کو وہ

کمیشن کے طور پر خود نہیں رکھ سکتا کیونکہ کمیشن پر خریدنا طے نہیں ہوا اور بکر زید سے صرف اتنی رقم لے سکتا ہے جو اُس

نے سامان خریدنے میں ادا کی ہے۔

البتہ اگر بکر کا معمول اور کاروبار ہی یہ ہے کہ وہ لوگوں کو منڈی سے اجرت و کمیشن پر مال لا کر دیتا ہے تو

اس صورت میں وہ زید سے بھی اپنا کمیشن وصول کر سکتا ہے جبکہ کمیشن کے بغیر لانا طے نہ ہوا ہو۔

بیوپار، ٹھیکداری یا زمیندار کا آڑھتی و کمیشن ایجنٹ سے قرض لینا :

یہ رواج پڑا ہوا ہے کہ اکثر بیوپاری اور ٹھیکدار کسی آڑھتی کے پاس مال لانے کے لیے قرض (ایڈوانس)

لیتے ہیں اس کے بعد مال لاتے ہیں یعنی بیوپاری کا کسی آڑھتی کے پاس مال لانا اس کے ساتھ مشروط ہوتا ہے کہ آڑھتی اس کو قرض دے۔

آڑھتی بھی بیوپاری کو اپنا پابند کرنے کے لیے خود اُس کو بلا طلب قرض (Advance) دیتا ہے۔ اس نظام کو مزید پختہ کرنے کے لیے منڈی کے آڑھتیوں میں اجتماعی طور پر یہ ضابطہ طے پاتا ہے کہ اگر مقرض بیوپاری اپنا مال کسی اور آڑھتی کے پاس لے جائے تو اُس آڑھتی پر لازم ہوگا کہ وہ حاصل شدہ آڑھت اور کمیشن قرض دینے والے آڑھتی کو ادا کرے۔ علاوہ ازیں اکثر آڑھتی بیوپاری کا لایا ہوا کچھ مال نسبتاً کم داموں پر خود خرید لیتے ہیں اور بیوپاری زیر بار ہونے کی وجہ سے خاموش رہنے پر مجبور ہوتا ہے۔

بیوپاری، ٹھیکدار اور زمیندار کے قرض لینے اور آڑھتی کے قرض دینے کا موجودہ رواج مفاسد پر مشتمل ہے جن میں سے چند ایک اُوپر ذکر بھی ہوئے ہیں اس لئے اس رواج کو ترک کرنا ضروری ہے۔ اگر کبھی کسی بیوپاری کو کسی مجبوری سے قرض لینے کی نوبت آجائے اور آڑھتی اُس کو قرض دینے پر راضی ہو تو مندرجہ ذیل اُمور کا لحاظ رکھنا ضروری ہے :

(۱) بیوپاری وغیرہ کو اس بات کا پابند نہ کیا جائے کہ وہ مال صرف قرض دینے والے آڑھتی کے پاس

لائے۔

(۲) آڑھتی بیوپاری کی مجبوری سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اُس سے کم نرخ پر سامان نہ خریدے کیونکہ

ایک تو اس میں دوسرے کی مجبوری سے فائدہ اٹھانا ہے اور دوسرے اپنے دیئے ہوئے قرض پر نفع اٹھانا ہے جو سود کی صورت ہے۔

(۳) یہ ضابطہ اور قانون کہ ”فروخت کرنے والے آڑھتی پر لازم ہوگا کہ وہ حاصل شدہ کمیشن

اور آڑھت قرض دینے والے آڑھتی کو دے“ ناجائز ہے اور قرض دینے والے آڑھتی کو اس کا لینا حرام ہے کیونکہ کام دوسرے نے کیا ہے اس نے نہیں کہا لہذا ایک تو وہ دوسرے کا حق مارتا ہے اور دوسرے وہ یہ رقم اپنے قرض کی بنیاد پر لیتا ہے تو یہ کھلا سود ہے۔

تنبیہ : جیسے اُوپر ذکر ہوا چونکہ بیوپاری وغیرہ کو قرض دینے کا رواج ہے اور جتنا زیادہ قرض دیا جائے

اور جتنے زیادہ بیوپاریوں کو دیا جائے اتنا زیادہ کام بڑھتا ہے تو آڑھتی لوگوں کو اپنے ساتھ شریک کر لیتے ہیں اور اُن

کو **Sleeping Partner** بنا لیتے ہیں۔ یہ شراکت بالکل غلط اور ناجائز ہے کیونکہ ایک تو شراکت میں جمع کی ہوئی رقم کسی کاروبار میں نہیں لگتی بلکہ صرف قرض میں دی جاتی ہے اور دوسرے آڑھتی سرمائے پر نہیں بلکہ اپنی محنت پر کمیشن وصول کرتا ہے لہذا اس کمیشن میں بھی شراکت نہیں ہو سکتی۔

کمیشن ایجنٹ دلالی کی چند جدید صورتیں :

(۱) فاریکس (FOREX) کمپنیاں :

ان سے مراد وہ کمپنیاں ہیں جو اپنے مؤکلین اور عالمی تجارتی مراکز میں موجود دلالوں کے درمیان کمیشن

ایجنٹ کے طور پر کام کرتی ہیں :

" A commission house between the clients and brokerage houses in the various finance trading centres of the world."

اس کا طریقہ بعض کمپنیوں کے یہاں یہ ہے کہ کمپنی میں دس ہزار ڈالر جمع کرا کے آپ اُس کے رکن بن جاتے ہیں۔ کمپنی والے پھر آپ کی رہنمائی کرتے ہیں کہ آپ کب اور کون سی کرنسی خریدیں کہ جس کو بعد میں فروخت کر کے نفع کی امید کی جاسکتی ہے۔ ہر کرنسی کی خرید کی کم سے کم مقدار مقرر ہوتی ہے جس کو ایک لاث (Lot) یا کھپ کہا جاتا ہے۔

جب آپ کسی کرنسی کی ایک لاث خریدنا چاہیں اور کمپنی کو اپنا آرڈر دیں تو کمپنی ان جمع شدہ دس ہزار ڈالر میں سے دو ہزار ڈالر بطور بیعانہ یا سیکورٹی کے مختص کر لیتی ہے اور آرڈر اپنے مرکزی دفتر کو پہنچا دیتی ہے جو آرڈر کی تکمیل کر کے لاث کی خرید کی اطلاع دیتا ہے۔

یہ خرید دو طرح کی ہوتی ہے۔ ایک نقد جس کو **Spot/ Cash Trading** کہتے ہیں اور دوسری بیع سلم قسم کی جس کو **Future Trading** کہتے ہیں۔ **Future Trading** میں یہ طے پاتا ہے کہ بائع ایک مقرر مدت کے بعد طے شدہ مہینے میں فلاں تاریخ کو وہ لاث مہیا کرے گا اور قیمت کی تعیین بھی کر لیتے ہیں۔ عام طور سے جو سودے کیے جاتے ہیں وہ **Future Trading** کے ہوتے ہیں۔

آپ کمپنی کے ذریعہ سے جب کوئی لاث خریدتے ہیں تو خواہ بعد میں آپ کو فائدہ ہو یا نقصان ہو کمپنی

آپ کے لیے وہ سودا کرانے پر آپ سے مثلاً پچاس ڈالر کمیشن وصول کرتی ہے۔ پھر آپ نے جولاٹ خریدی ہے اگر خریداری کے دن ہی آپ نے وہ آگے فروخت کروادی تو کمپنی صرف اپنا کمیشن وصول کرے گی اور اگر فروخت میں کچھ دن لگ گئے تو کمپنی کمیشن کے علاوہ مثلاً پانچ ڈالر یومیہ کے حساب سے آپ سے سود وصول کرے گی۔

اس کاروبار میں مندرجہ ذیل خرابیاں ہیں :

(i) سود کا معاملہ کرنے کی اور سود کی ادائیگی کی نوبت آتی ہے۔

(ii) ایک کرنسی سے دوسری کرنسی خریدیں تو کم از کم ایک جانب سے پوری ادائیگی سودے کے وقت

ہونی ضروری ہے۔

باع فلوسا بمثلها اوبدراهم اوبدنانیر فان نقد احدہما جاز وان تفرقا بلا

قبض احدہما لم یجز. (دُر مختار)

لانہ یکون افتراقا عن دین بدین وهو غیر صحیح (ردالمحتار ص ۱۹۲ ج ۴)

(iii) کرنسی میں بیع سلم جائز نہیں ہے۔

حاصل یہ ہے کہ جب (Forex) کے کاروبار کی صورت ہی صحیح نہیں تو اُس کے لیے دلالی کرنا بھی جائز

نہیں اور اس پر جو کمیشن لیا جائے وہ بھی حرام ہے۔

(۲) سٹاک مارکیٹ میں شیئرز کی دلالی :

کسی پبلک کمپنی کی حقیقت یہ ہے کہ پہلے چند سرمایہ دار اور پھر عوام سرمایہ مہیا کرتے ہیں اور مثلاً اس کے

ہر پچاس روپے کو ایک حصہ (Share) کہا جاتا ہے۔ اس طرح سے مشترک مال حاصل ہوتا ہے، اس کے بعد

بنیادی سرمایہ فراہم کرنے والے کچھ لوگوں کو کمپنی کا ڈائریکٹر مقرر کیا جاتا ہے جو اجرت پر کمپنی کا کاروبار چلاتے

ہیں۔ ڈائریکٹروں کی اجرت سمیت تمام اخراجات منہا کر کے جو نفع ہوتا ہے اُس کو کل حصص پر تقسیم کر دیا جاتا ہے۔

اگرچہ عرف عام میں اس کو شرکت کہا جاتا ہے لیکن شرعی نقطہ نگاہ سے یہ معاملہ مشترکہ مال میں آجارہ کا ہے۔

کمپنیوں میں عام طور سے دو خرابیاں پائی جاتی ہیں :

(i) ڈائریکٹروں کی اجرتیں مجہول ہوتی ہیں اور معاملہ کرتے ہوئے یہ علم نہیں ہوتا کہ وہ کتنی اجرت

وصول کریں گے۔ اس میں شک نہیں کہ اُن کی بنیادی تنخواہ متعین ہوتی ہے لیکن جو بھتے اور لائسنسز

(Allowances) وہ لیتے ہیں وہ بھی تو اجرت کا حصہ ہیں ان کی مقدار متعین نہیں ہوتی اور مشاہدہ و مطالعہ سے معلوم ہے کہ وہ جہالت کچھ کم نہیں ہوتی کیونکہ الاؤنسز کے نام پر بنیادی تنخواہ سے کئی کئی گنا زیادہ وصول کیا جاتا ہے اور پھر سال بہ سال اس میں تفاوت بھی بہت ہوتا ہے۔ اجرت کے غیر متعین ہونے سے اجارہ فاسد ہو جاتا ہے۔

(ii) کمپنی کے آرٹیکلز میں یہ شرط موجود ہوتی ہے کہ ڈائریکٹروں کو سود پر لین دین کا اختیار ہوگا اور وہ اس پر عمل بھی کرتے ہیں۔ لہذا جب کوئی شخص کمپنی کے شیئرز خریدتا ہے تو اس شرط کو تسلیم کرتے ہوئے خریدتا ہے، چونکہ یہ شرط ناجائز ہے لہذا اس سے بھی وہ اجارہ فاسد ہوا۔

ان مذکورہ دو خرابیوں کی وجہ سے بھی شیئرز کی خرید و فروخت اور ان کی دلالی سب ناجائز ہے۔

شیئرز کے کاروبار کے ناجائز ہونے کی مزید دو صورتیں یہ ہیں :

- (i) اگر کمپنی حرام کاروبار میں ملوث ہو مثلاً وہ بینک ہو یا انشورنس، کمپنی ہو یا شراب کے کاروبار کی کمپنی ہو یا کسی اور حرام کام کی کمپنی ہو تو اس کے شیئرز کی خرید و فروخت اور ان کی دلالی سب ناجائز ہے۔
- (ii) جب شیئرز کی خرید و فروخت مقصود نہ ہو بلکہ آخر میں جا کر آپس کا فرق (Difference) برابر کر لیا جائے تو یہ حرام ہے اور سود ہے اور جو ہے۔ دلال کا اس کام میں حصہ دار بننا بھی حرام ہے۔ (جاری ہے)



بقیہ : سفر کوہاٹ کے احوال

اور طلباء کرام بڑی تعداد میں حضرت صاحب کے منتظر تھے۔ اکرام کے بعد خواہش مند حضرات نے حضرت کے ہاتھ پر بیعت کی پھر وہاں سے سیدھا پشاور روانگی ہوئی اور دن کے بارہ بجے حیات آباد میں بھائی محمود احمد صاحب کے گھر دن کا کھانا کھانے کے بعد تین بجے لاہور کے لیے روانہ ہوئے اور رات کے دس بجے بخیریت گھر پہنچ گئے۔

یہ اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہے کہ مجھ جیسے ناکارہ بندے کو بھی حضرت صاحب کی خدمت کا موقع ملا۔ اللہ تعالیٰ ہماری اصلاح فرمائے اور ان بزرگان دین کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ بارہا ہمیں اپنے بزرگوں اور حضرت شیخ مولانا سید محمود میاں صاحب کی خدمت کا موقع عطا فرمائیں۔

دعاؤں کا طلبگار خالد عثمان کرک (سمندری بانڈہ)



قسط : ۲

دلالی اور آڑھت کے احکام

﴿ حضرت مولانا ڈاکٹر مفتی عبدالواحد صاحب ﴾

جائیداد کی خرید و فروخت کے چند اہم مسائل :

(۱) پلاٹ کی فائل کی خرید و فروخت :

کوئی کمپنی یا سوسائٹی ایک رقبہ خرید کر اُس میں رہائشی سکیم تجویز کرتی ہے اور چھوٹے پلاٹ میں تقسیم کر کے فروخت کرتی ہے مثلاً ایک ہزار کنال کا رقبہ ہو تو اُس کو ایک ایک کنال کے ہزار پلاٹ تجویز کیے جاتے ہیں۔ پھر کبھی تو پلاٹوں کی تعیین کر کے اُن کو فروخت کیا جاتا ہے اور کبھی تعیین سے پہلے ہی اُن کو فروخت کر دیا جاتا ہے پھر بعد میں مثلاً قرعہ اندازی سے تعیین کر دی جاتی ہے۔

پلاٹ کی تعیین کیے بغیر اس کو فروخت کرنا جائز ہے کیونکہ یہ کل رقبہ کے ہزارویں حصہ کی فروخت ہے جو

کہ جائز ہے۔

بيع حصة شائعة معلومة كالنصف والثلث والعشرون عقار مملوك قبل

الافراز صحيح (مادہ ۲۱۴ مجلہ)

کمپنی یا سوسائٹی پلاٹ کے خریدار کو ثبوت کے طور پر بیعانہ یا کچھ اور دستاویزات دیتی ہے جس کو عرف

عام میں ”فائل“ کہا جاتا ہے۔

خریدار کمپنی کے ساتھ یا دیگر خریداروں کے ساتھ اس بڑے رقبہ میں شریک ہو جاتا ہے پلاٹوں کی تعیین

اور الاٹمنٹ ہو جائے تو خریدار کا پلاٹ متعین ہو جاتا ہے اور وہ بلا اشکال اس کو آگے فروخت کر سکتا ہے لیکن اگر ابھی

الاتمنٹ اور تعیین نہ ہوئی ہو تب بھی خریدار کے لیے اپنا حصہ یا دوسرے لفظوں میں اپنی فائل فروخت کرنا جائز ہے۔

يصح بيع الحصة المعلومة الشائعة بدون اذن الشريك (مادہ ۲۱۵ مجلہ)

اگر یہ خیال ہو کہ پلاٹ پر ابھی قبضہ نہیں ہوا پھر اُس کی فروخت کیسے صحیح ہوئی؟ تو اس کا جواب یہ ہے

منقولہ اشیاء کے برعکس غیر منقولہ جائیداد جبکہ وہ دریا کے کنارے نہ ہو کہ جہاں اس کے دریا برد ہونے کا اندیشہ ہوتا

ہے آگے فروخت کرنے کے لیے قبضہ کرنا ضروری نہیں۔

للمشتری ان یبیع المبیع الآخر قبل قبضه ان کان عقارا (مادہ ۲۵۳ مجلہ)
واشار بقوله للمشتری ان یبیع الخ الی ان بیعه جائز لکن لایلزم من جواز
البیع نفاذه ولزومه فانهما موقوفان علی نقد الثمن او رضی البائع والا
فللبائع ابطال بیع المشتري (شرح مجلہ خالد اتاشی ص ۱۷۳)

(۲) قیمت کی ادائیگی سے پہلے جائیداد آگے فروخت کرنا :

آدمی مثلاً چھ مہینے کے ادھار یعنی قیمت کی ادائیگی کی مہلت پر ایک زمین خریدتا ہے اور بیعانا ادا کر دیتا ہے۔ پھر اسی مہلت کے عرصہ میں اسی زمین کو آگے فروخت کر دیتا ہے کبھی نقد اور کبھی کم مدت کے ادھار پر اور حاصل شدہ رقم سے قیمت ادا کرتا ہے اور نفع بھی بچاتا ہے، یہ صورت جائز ہے۔
بیعانا کا حکم :

کوئی زمین ادھار خریدی اور خریدار نے بیعانا یا ٹوکن کے طور پر کچھ قیمت کا کچھ حصہ سودے کے وقت ادا کیا تو جائز ہے۔ لیکن یہ شرط کرنا کہ اگر خریدار نے باقی قیمت کی بروقت ادائیگی نہ کی یا وہ ادائیگی کرنے سے انکار کر دے تو اس کا بیعانا بائع ضبط کر لے گا اور اگر بائع فروخت پر قائم رہنے سے انکار کر دے تو وہ دیے ہوئے بیعانا کا ڈگنا واپس کرے گا تو یہ جائز نہیں۔

بیعانا کی ضبطی کے ناجائز ہونے کی دلیل یہ ہے :

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ نَهَى عَنْ بَيْعِ الْعُرْبَانِ (مؤطا امام
مالک)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عربان (یا
عربوں) کی فروخت سے منع فرمایا۔

جس کی صورت یہ ہے کہ زید بکر سے کوئی سودا مثلاً ایک ہزار روپے میں خریدے اور بکر کو ایک سو روپے
دے کر کہے کہ یہ رکھ لو۔ اگر میں نے سودا نہ لیا بلکہ واپس کیا تو یہ سو روپے تمہارے ہیں تم ان کو ضبط کر سکتے ہو۔

ڈگنا بیعانا واپس کرنے کے ناجائز ہونے کی وجہ یہ ہے کہ یہ مالی جرمانہ ہے جو جائز نہیں۔ علاوہ ازیں یہ

ظاہری صورت میں سود ہے۔

گروہی پر مکان لینا دینا :

آج کل یہ طریقہ خوب رائج ہے کہ جو شخص اپنا مکان کرائے پر دینا چاہتا ہے وہ بجائے کرائے پر دینے کے کرایہ دار سے ایک بڑی رقم مثلاً پانچ لاکھ روپے یکمشت لے لیتا ہے اور اُس کو رہائش کے لیے اپنا مکان دے دیتا ہے کہ جب کرایہ دار مکان خالی کر کے واپس کرے یا مالک مکان واپس لے تو مالک مکان لی ہوئی رقم واپس کر دے گا یہ گروہی پر مکان لینا دینا کہلاتا ہے۔

یہ طریقہ مالک مکان اور کرایہ دار دونوں ہی کے لیے پرکشش ہے۔ کرایہ دار سمجھتا ہے کہ اُس کو کچھ دینا نہیں پڑا اور اُس نے جو رقم دی وہ اُسے پوری واپس مل گئی جبکہ مالک مکان کو اگر کاروبار میں سرمایہ کی ضرورت ہے تو وہ سمجھتا ہے کہ اسے اس طرح مطلوبہ سرمایہ مل گیا، اور اگر اُسے سرمایہ کی ضرورت نہ ہو تو وہ یہ سوچتا ہے کہ وہ یہ رقم بینک میں جمع کر دے گا جہاں سے اُس کو کم از کم رائج کرایہ کے بقدر ”باعزت طریقے“ سے نفع ملتا رہے گا اور اُس کو کرایہ وصول کرنے کے لیے ہر مہینے کرایہ دار کے پیچھے بھاگنا نہ پڑے گا۔

اگر ہم اس معاملہ کی حقیقت کو دیکھیں تو یہ سود کی صورت ہے کیونکہ مالک مکان نے جو یکمشت رقم وصول کی ہے اُس کی حیثیت قرض کی ہے، اس قرض کے مقابلہ میں وہ قرض خواہ کو اپنا مکان مفت رہائش کے لیے دیتا ہے جبکہ قرض پر جو نفع حاصل کیا جائے وہ ”سود“ ہوتا ہے۔ ایک حدیث میں ہے :

عَنْ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّ قَرْضٍ جَرٌّ مَنفَعَةٌ
فَهُوَ رِبَاً (کنز العمال)

”حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر وہ قرض جو نفع دے وہ سود ہے۔“

بعض لوگ قرض کے مقابلہ میں مفت رہائش نہیں لیتے بلکہ کچھ تھوڑا سا کرایہ طے کر لیتے ہیں مثلاً اگر مکان کا واجبی کرایہ دو ہزار روپے ماہانہ ہو تو وہ دو سو روپے ماہانہ بھی ساتھ میں طے کر لیتے ہیں۔ لیکن اس سے مسئلہ میں کچھ فرق نہیں پڑتا کیونکہ قرض خواہ کو اب بھی اٹھارہ سو روپے ماہانہ کا فائدہ ہو رہا ہے اور چونکہ یہ قرض کی وجہ سے ہے اس لیے سود ہے۔

گروہی پر مکان لینے والے پر لازم ہوتا ہے کہ وہ مالک مکان کو رہائش کی مدت کا واجبی مروجہ یعنی عام

ریٹ کے مطابق کرایہ ادا کرے، لیکن گروی کی حیثیت ختم ہو کر اجارہ فاسد کی حیثیت بن جاتی ہے۔

لو استقرض دراهم وسلم حماره الی المقرض يستعمله الی شهرین حتی یوفیه دینہ او داره لیسکنها فهو بمنزلة الاجارة الفاسدة ان استعمله فعليه اجر مثله ولا یكون رهنا (رد المحتار ص ۳۴۳ ج ۵)

فقہ کی کتابوں میں یہ قول بھی منقول ہے کہ گروی لینے والا مالک کی اجازت سے گروی کا استعمال کر سکتا ہے لیکن موجودہ دور میں اس قول کا اعتبار نہیں کیونکہ جو بے لوث اور ہمدردانہ اجازت پہلے کسی دور میں مقصور ہو سکتی تھی وہ اب بالکل مفقود ہے بلکہ اب تو قرض خواہ پہلے ہی سے نفع اٹھانے کی شرط رکھتا ہے، اسی لیے عدم جواز کا قول ہی معتبر ہے۔

لا الانتفاع به مطلقا لا باستخدام ولا سکنی ولا لبس ولا اجارة ولا اعارة سواء كان من مرتھن او راھن الا باذن كل للآخر وقيل لا يحل للمرتھن لانه ربا وقيل ان شرطه كان ربا والا لا (درمختار ص ۳۴۲ ج ۵)

قلت والغالب من احوال الناس انهم انما يريدون عند الدفع الانتفاع ولو لاه لما اعطاه الدرهم وهذا بمنزلة الشرط لان المعروف كالمشروط وهو مما يعین المنع (رد المحتار ص ۳۴۳ ج ۵)

پگڑی پر دکان لینا دینا :

اس کی صورت جو آج کل رائج ہے یہ ہے کہ مالک دکان کرایہ دار سے ایک بڑی رقم مثلاً پانچ لاکھ لیتا ہے اور نسبتاً کچھ کم کرایہ مقرر کرتا ہے، پانچ لاکھ کی رقم قرض نہیں ہوتی کہ کرایہ دار کے چھوڑنے پر مالک ہی کو وہ واپس کرنی پڑے بلکہ اس بات کے عوض میں ہوتی ہے کہ کرایہ دار کو اس دکان میں ایک پختہ حق حاصل ہو گیا ہے کرایہ دار وہ دکان آگے کسی اور کو موجودہ وقت کے حساب سے پگڑی پردے سکتا ہے جس کا پندرہ بیس فیصد حصہ مالک دکان کو ملے گا۔ اگر دکان کا مالک دکان خالی کروانا چاہے تو وہ بھی موجودہ ریٹ کے حساب سے رقم دینے کا پابند ہوگا۔

یہ طریقہ رشوت کا ہے اور ناجائز و حرام ہے۔ اس کے متبادل دو جائز صورتیں ہیں :

(۱) مالک دکان مروجہ کرائے پر دکان دے اور کرایہ کا معاملہ مثلاً پانچ سال کے لیے طے کر لے۔ اگر کرایہ دس ہزار ماہانہ ہو تو وہ پانچ سال کا آدھا کرایہ شروع میں وصول کر لے جو کہ تین لاکھ روپیہ بنتا ہے۔ پھر ہر مہینے آدھا کرایہ یعنی پانچ ہزار ماہانہ لیتا رہے۔ پانچ سال کے بعد چاہے تو معاملہ کی تجدید کر لے اور دوبارہ نصف کرایہ یک مشٹ لے لے۔

(۲) مالک دکان اپنی آدھی دکان کرایہ دار کے ہاتھ فروخت کر دے اور آدھی دکان کرایہ پر دے دے۔ اس صورت میں یک مشٹ رقم مالک کو صرف پہلی دفعہ اپنی آدھی دکان فروخت کرنے پر ملے گی، آئندہ نہیں ملے گی۔ اگر کرایہ دار اپنا نصف حصہ کسی دوسرے کو فروخت کرے تو مالک دکان کو شریک ہونے کی وجہ سے شفعہ کے حق کی بنیاد پر اسے لینے کا حق حاصل ہوگا۔ اپنے شریک کو کرائے پر دینے کے جواز کا حوالہ یہ ہے :

وتفسد الاجارة ایضا بالشیوع بان یوجر نصیباً من داره او نصیبہ من دار
مشترکة من غیر شریکہ او من احد شریکیہ الا اذا اجر کل نصیبہ
أوبعضہ من شریکہ فیجوز وجوزاہ بکل حال (در مختار ص ۳۳ ج ۵)

کرایہ پر دیتے ہوئے ایڈوانس لینا :

اب یہ رواج بھی چل پڑا ہے کہ مالک اپنی دکان کسی کو کرایہ پر دیتا ہے، کرایہ عام ریٹ کے مطابق ہوتا ہے لیکن مالک کرایہ دار سے ایک بڑی رقم یک مشٹ ایڈوانس کے نام سے لیتا ہے۔ کسی وقت میں یہ رقم سیکورٹی یا گروی کے طور پر لی جاتی ہوگی لیکن اب یہ قرض کے طور پر لی جاتی ہے۔ اگر سیکورٹی کے طور پر لی جائے تو یہ مالک کے پاس امانت ہوگی اور اس کو اختیار نہیں ہوگا کہ وہ اس کو اپنے استعمال میں لاسکے۔ اور اگر وہ قرض کے طور پر ہو تو کرایہ کے معاملہ میں قرض کا مطالبہ کرنا ایک فاسد معاملہ ہے جو خود کرایہ کے معاملہ کو فاسد کر دیتا ہے، لہذا ایڈوانس کے طور پر رقم لینے کے رواج کو ختم کرنا چاہیے اور اگر لیں تو اس کو امانت سمجھیں اور اس کو اپنے استعمال میں نہ لائیں۔

اگر کسی کو یک مشٹ رقم کی ضرورت ہو تو اس کی یہ تدبیر کی جاسکتی ہے کہ کرایہ کا معاملہ مثلاً پانچ سال کے لیے کیا جائے۔ کرایہ اگر چار ہزار روپے ماہانہ ہو تو پانچ سال کا آدھا کرایہ جو ایک لاکھ بیس ہزار بنتا ہے پہلے لے لیں اور آدھا کرایہ یعنی دو ہزار روپے ماہانہ لیتے رہیں۔

اگر کسی کو کرایہ پر دکان لینے ہو اور ایڈوانس کے رائج طریقے کے بغیر نہ ملتا ہو تو کرایہ کا معاملہ کرتے ہوئے ایڈوانس کا ذکر نہ کیا جائے بلکہ مجبوری کی وجہ سے اس کو یا پہلے طے کر لیا جائے یا پھر کرایہ کا معاملہ طے ہو جانے کے بعد ذکر کیا جائے۔

ومحل الفساد ایضا فیما اذا كان الشرط مقارنا للعقد ای مذکور ا فی صلبه
فلو الحق الشرط الفاسد بالعقد قیل یتحقق عند الامام رضی اللہ عنہ وقیل
لا وهو الصحيح . وقال الفاضل ابن عابدین فی ردالمحتار و اشارای
صاحب التنویر بقوله ولا بیع بشرط الی انه لا بد من كونه مقارنا للعقد لان
الشرط الفاسد لو التحق بعد العقد قیل یتحقق عند ابی حنفیة وقیل لا وهو
الاصح..... ثم نقل عن جامع الفصولین ایضا انه لو ذكر البیع بلا شرط ثم
ذكر الشرط علی وجه العدة جاز البیع ولزم الوفاء بالوعد اذا المواعید قد
تكون لازمة فیجعل لازما لحاجة الناس اه ویظهر لی انه منی وقع الشرط
بعد العقد لا یكون الا علی وجه العدة وحكمه انه یجب الوفاء به
.....وانت علی علم بان کلمتهم قد اتفقت ان الشرط انما یكون
مفسدا للعقد اذا كان مقارنا له ولهذا قالوا انه لو باع مطلقا ثم اجل الثمن
الی اجل مجهول كالدیاس والقطاف صح التاجیل ولا یفسد البیع مع انه
فی حکم الشرط الفاسد كما فی ردالمحتار .

بقی ما اذا ذكر الشرط قبل العقد ثم عقد خالیا عن الشرط وقد ذكره فی
الثامن عشر من جامع الفصولین حیث قال شرطا شرطا فاسدا قبل العقد ثم
عقدا لم یبطل العقد ویبطل لو تقارن . (شرح المجله ص ۱۶۷ ج ۲)

رہائش کی شرط :

زید بکر سے اُس کا مکان چھ مہینے کے ادھار پر خریدتا ہے اور یہ طے پاتا ہے کہ زید جب بکر کو اس کی
پوری رقم ادا کر دے گا اُس وقت بکر مکان خالی کر کے زید کے سپرد کرے گا اور اس سے پہلے وہ اسی مکان میں

رہتا رہے گا۔

سودے میں ایسی شرط رکھنا جس میں ایک فریق کا فائدہ ہو فاسد ہے اور اس سے سودا بھی فاسد ہو جاتا ہے، چونکہ رہائش کی شرط میں بائع کا فائدہ ہے اس لیے یہ شرط فاسد ہے۔ سودے کے فساد سے بچنے کے لیے مندرجہ ذیل صورتیں اختیار کی جاسکتی ہیں :

(۱) رہائش کی بات یا تو سودے سے پہلے کر لی جائے یا سودے کی بات مکمل ہونے کے بعد کی جائے۔

(۲) بکرا پنہا مکان فروخت کرنے کے بعد زید سے اسے چھ مہینے کے لیے کرائے پر لے لے۔

(۳) فی الحال خرید و فروخت کا وعدہ کر لیں، پھر چھ مہینے میں جب قیمت فراہم ہو جائے تو مکان کا سودا

کر لیں۔

